© rasailojaraid.com

معاشرہ، جرائم اور نوجوان نسل

یاسمین سعید فیصل آباد

صنعتی انقلاب نے جہاں ہماری دنیا میں لاتعداد مسائل پیدا کئے وہاں سب سے اہم اور خطرناک مسئلہ مجرمانہ رجحانات کی ترقی ہے بدقسمتی سے نوجوانوں کے اندر بڑھتی ہوئی مجرمانہ سرگرمیوں میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ ہمارے زمانہ کی ایک سماجی بیماری ہے جس نے معصوم انسانیت کو پریشان کر رکھا ہے۔ ستم بالائے ستم کہ تہذیب وتمدن کے پہلو میں نوجوان مجرم پرورش پاتے ہیں نوجوانوں کی قانون شکنی اور مروجہ اخلاقی روایات کے خلاف باغیانہ ردعمل نے بڑے بڑے تعلیمی ماہرین اور مفکرین کو پریشان کر رکھا ہے۔

مزید برآں اسی صنعتی انقلاب نے گذشتہ تاریخی وسماجی روایات اور تہذیبی اقدار کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ باقی ماندہ تہذیبی اثرات بتدریج ازخود مٹ رہے ہیں۔ اور ان کے بجائے انسانی سماج نے ابھی تک کوئی اخلاقی یا روحانی نصب العین تیار نہیں کیا ہے۔ گویا ایک بے چینی انارکی اور بے اطمینانی کا ماحول پھیل رہا ہے۔ جس پر حیوانیت نفسانیت اور شیطانیت کا غلبہ ہے۔ نام نہاد مہذب سوسائٹی اخلاقی بحران کا شکار ہے۔ حتی کہ اقوام متحدہ کے انسانی چارٹر پر دستخط کرنے کے بعد بھی انسانیت اپنی اخلاقی اور نفسیاتی الجھنوں سے محفوظ نہیں رہ سکی۔ ورنہ اقوام متحدہ کا قیام اور اس کا انسانی چارٹر انسانی عقل وخرد کے عظیم ترین شاہکار کہلاتے ہیں۔ نیز یونیورسٹیوں اور عدالتوں کے زیرسایہ تعلیم یافتہ نوجوان بدستور مجرمانہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ یہ اخلاقی ادارے ناکام ہو چکے ہیں۔

سب سے عظیم ترین المیہ تو یہ ہے کہ دو بڑی جنگوں نے انسانی قوانین کی دھجیاں فضائے آسمان میں بکھیر کر رکھ دیں۔ ان کے بد اثرات نے ساری انسانیت کو متاثر کیا رفتہ رفتہ نوجوان نسل گذشتہ قدیم اخلاقی وتہذیبی روایات سے کٹنے لگی۔ بلکہ ان روحانی اقدار کو ملیامیٹ اور پامال کر کے مجرمانہ طور پر باغی کہلانے میں فخر محسوس کرنے لگی۔ قانون کا احترام جاتا رہا۔ تشدد وذہنیت نے پرورش پائی۔ بزرگوں کا ادب ختم ہوا۔ انسانیت کا احترام ختم ہوگیا۔ مکروہ اور ناپسندیدہ حرکات کا اعلانیہ ارتکاب ہونے لگا۔ حرام کاری کا کاروبار وسیع تر ہوگیا۔ نوجوانوں کی خرمستیوں میں اضافہ ہوا۔ نوجوان کنواری لڑکیوں نے عصمت کے پردے اپنے ہاتھ سے چاک کر دیئے اپنے لمبے اور نوکدار پالش شدہ ناخنوں سے تہذیب انسانی کو کھرچنا شروع کر دیا۔

ان حالات کے تحت شریف شہریوں کی پریشانیوں کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ عموما والدین اپنے بچوں کے بارے میں پرامید رہ کر خوش آئند توقعات رکھتے ہیں لیکن وہ قطعا مایوس ہو چکے ہیں۔ حتی کہ ماہرین تعلیم ومفکرین نے اپنی مایوسی کا اظہار کر دیا ہے۔ خطرناک مجرموں کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سماجی حالات اور گھریلو ماحول کی ابتری کا شکار ہوئے وہ گھرانے جو خودغرضی، نفس پرستی، جھگڑوں اور باہمی عداوتوں میں مصروف رہتے ہوں یا جن گھرانوں میں طلاق، جھگڑا، اغوا، زناجنسی بے راہ روی، آوارگی چوری و قتل کے واقعات کا ارتکاب کھلے عام ہوتا ہو۔ یا جہاں عدم مساوات کا دور دورہ ہو، روزی کھانے والے مجروح ہو چکے ہوں یا مر گئے یا بے کاری کا شکار ہوں۔ وہاں لازمی طور پر مجرمانہ حالات ازخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ بد اخلاقی فضا کو مکدر کر دیتی ہیں۔ اور بالواسطہ طور پر مجرمانہ ذہنیت پرورش پاتی ہے۔ جن گھرانوں میں کثرت سے شادیاں ہوتی ہیں یا جوا اقتصادی بدحالی کا شکار ہوں۔ اخراجات کی بھرمار ہو، لازمی طور پر وہاں مجرمانہ رجحانات بڑھتے ہیں۔ جن گھرانوں میں بچوں کی مناسب تعلیم وتربیت کا مناسب انتظام نہ ہو یا ہونہار بچوں کی زندگی میں ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کے مواقع نہ حاصل ہوں یا جن تعلیم یافتہ نوجوانوں کو سماجی اور اقتصادی مشکلات نے گھیر لیا ہو۔ یا جو نوجوان ہمیشہ پژمردہ، کمزور پست ہمت اور افسردہ رہتے ہوں۔ یعنی زندگی میں اعتدال نہ رہنے پائے تو لازمی طور پر خطرناک مجرمانہ رجحانات پیدا ہوتے ہیں اور بالآخر ایک خوفناک طوفان کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جس سے ناقابل تلافی نقصان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے دو چار ہونا ان کا مقدر ٹھہرتا ہے۔

سوسائٹی میں عدم مساوات ، سیاسی کش مکش اور نفسیاتی وتہذیبی الجھنوں کا وجود اعتدال قائم نہیں رہنے دیتا۔ ذاتی بغض وعناد، بخل، جھوٹ فریب مکر وریا، رعب دبدبہ، ناجائز دباؤ، حق تلفی، ناانصافی، مظالم، بے ایمانی، ریاکاری، منافقت، تعصب ، ہٹ دھرمی، کنبہ پروری، طبقاتی تنازعات، نسلی منافرت، گروہی تعصب، باہمی اختلافات، حسد ذاتی دشمنی، بزدلی، اور جنسی آوارگی وغیرہ سب اخلاقی کمزوریاں ، سماج کا اخلاقی توازن بگاڑ دیتی ہیں۔ جب نوجوانوں کے پیش نظر کوئی اعلیٰ ومحکم مثالی کردار کا نمونہ ہی موجود نہ ہو اور نہ ہی انہیں عملی اخلاقیات کی تربیت حاصل ہو تو لازمی طور پر مجرمانہ حرکات کا ارتکاب عام ہونے لگتا ہے۔

اقتصادی مشکلات و پریشانیاں عدم مساوات کے باعث بڑھتی ہیں۔ جس سے عام متمدن زندگی میں توازن قائم نہیں رہتا۔ ایک طرف سوسائٹی کا مالدار طبقہ بے رحمانہ طور پر بے اندازہ دولت سے کھیلتا ہے۔ اور انسانی شرافت کی مٹی پلید کرتا ہے۔ قومی خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔ فالتو دولت کی مدد سے اقتدار پر قابض ہوجاتا ہے۔ زندگی کی تمام مراعات کو اپنے قبضہ میں لاتا ہے۔ دوسروں کے حقوق پر ڈاکے ڈالتا ہے۔ دوسروں کے غم میں شریک نہیں ہوتا۔ سوسائٹی کے مجلسی توازن کو بگاڑتا ہے۔

اجتماعی اخلاق اور روحانی اقدار کو پامال کرتا ہے تو لازمی طور پر سماجی بے چینی اور عام بدحالی کی وبائیں پھوٹ نکلتی ہیں۔ دولت مندوں کے پہلو بہ پہلو، بے کسی، معذور، لاغر، غریب، اپاہج افراد زندگی کی ابتدائی ضرورتوں سے محروم رہتے ہیں۔ ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔ ایک عام فرد صبح وشام محنت کرنے کے باوجود مالی پریشانیوں سے رہائی حاصل نہیں کرسکتا۔ غریب تعلیم یافتہ نوجوانوں کیلئے آگے بڑھنے اور مزید ترقی کرنے کے مواقع محدود کردیئے گئے ہیں یا وہ مجلسی رقابت کا شکار ہوجاتے ہیں ان کی خداداد صلاحیتیں ضائع ہوجاتی ہیں۔ نااہل اشخاص دولت اور ناجائز دباؤ کے زیر اثر فوائد حاصل کرتے ہیں۔ کچھ تعجب نہیں کہ مجرمانہ رجحانات بڑھ رہے ہیں۔ لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری عام ہے اور ایک عام انارکی حالت پیدا ہوچکی ہے۔

ان حالات میں تعلیم وتربیت بھی رائیگاں ہوچکی ہے۔ خود نظام تعلیم انارکی میں مبتلا ہے خوشحال گھرانوں کے نوجوانوں کو بہترین مواقع حاصل ہیں۔ جبکہ غریب بچے پھسڈی کہلاتے ہیں۔ یا مجرمانہ حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں ناقص تعلیم سے مطلوبہ تعلیمی مقاصد مرتب نہیں کئے جاسکتے۔ زندگی یک مادی پہلو اختیار کرچکی ہے۔ غیر تعلیمی سرگرمیوں کی بھرمار ہے۔ گویا تعلیمی مشاغل (کسی حد تک) مدرسہ یا کالج کی چاردیواری تک محدود رہتے ہیں۔ باہر نکل کر علمی سرگرمیوں سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ نصاب تعلیم بھی اخلاقی ضرورتوں یا علمی ذوق وشوق سے مطابقت نہیں رکھتا۔ سب کو ایک ہی تعلیمی لاٹھی سے ہانکنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ناحق مجرمانہ رجحانات کی پرورش ہوتی ہے۔ تعلیمی ماحول کے اندر رہ کر بہت کم طلباء حقیقت اور سچائی کی تلاش کرتے ہیں۔ مضامین سے ذاتی شوق بہت کم ہوتا ہے۔ زیادہ تر وقت صرف کتابوں کو رٹنے یا امتحانات پاس کرنے پر صرف ہوتا ہے۔ تعلیم یافتہ نوجوان مزید نفسیاتی و تعلیمی الجھنوں کے مریض بن جاتے ہیں۔ تلاش حقیقت کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ مشہور فلاسفر جارج سنتیا کو مجبوراً کہنا پڑا:

ہم ساری زندگی صرف معلومات حاصل کرنے میں ضائع کردیتے ہیں بہت کم لوگ ایسے ملتے ہیں جو اصولوں کی خاطر یا محض اصولوں کیلئے علم ماہیت دریافت کرنے اور اس پر حاوی ہونے کیلئے کوشاں ہوتے ہوں۔

مجرمانہ رجحانات کی بیخ کنی اولاً تعلیم سے شروع کی جائے۔ اب یہ ماہرین تعلیم کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ طلباء کی انفرادی خداداد صلاحیتوں کو پوری طرح ابھرنے اور نشو نما پانے کے مواقع بہم پہنچائیں۔ ملکی ضرورتوں کو پیش نظر رکھیں، قومی روایات کو اجاگر کریں اخلاقی ماحول پیدا کریں، تعلیمی سرگرمیوں کو تیز تر کردیں، تعلیمی منصوبہ بندی کے علاوہ تعلیم سے فارغ شدہ طلباء کو ان کے ذاتی اور ذہنی رجحانات کے مطابق مناسب روزگار بہم پہنچانے میں مدد کریں ، یا غیر موافق سماجی ماحول کو تعلیمی منصوبہ بندی سے ہم آہنگ کریں، غلط قسم کی تعلیم کا قلع قمع کریں۔ نااہل اور عیاش اساتذہ کو ہٹا کر اہل اور فرض شناس اساتذہ مہیا کریں۔ طلباء سے بددلی دور کریں۔

پارٹی بازی اور غنڈہ گردی کا خاتمہ کریں۔ نجی طلباء پر بھی مناسب توجہ دیں اور ہونہار طلباء کا بھی خاص خیال رکھیں۔ اپنے غیر ہمدردانہ، غیر انسانی اور ظالمانہ طرز عمل کو تبدیل کریں عام طور پر جاہل اور نااہل اساتذہ کی بھرمار نے اخلاقی توازن کو بگاڑنے میں زیادہ اہل کردار ادا کیا ہے۔ غلط تعلیم وتربیت، مارکٹائی، گالی گلوچ، تندمزاجی، خشک طبیعت، خشک مضامین، خشک پڑھائی، غیر دلچسپ سرگرمیاں بدمذاق آوارگی اور غیر ہمدردانہ روش کے بداثرات نوجوانوں کو بری طرح متاثر کرتے ہیں۔ اور انہیں سماج کا باغی بنادیتے ہیں بدکردار، بدالحوار مغرور، باتونی، جھگڑالو، شدت پسند، اور نااہل اساتذہ، نواجوانوں کے قاتل کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔

اساتذہ کا زیادہ تر وقت تعطیلات کی نذر ہوجاتا ہے۔ وہ بچوں کی تعلیم یا اخلاقی تربیت پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زیادہ محنت نہیں کرتے۔ محض کورس پورا کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ نصاب تعلیم میں اس قدر گنجائش نہیں رکھی جاتی۔ محض معلوماتی یا رسمی مذہبی تعلیم پر ہی اکتفا کر لیا جاتا ہے۔ بیچارے نوجوان غلط تعلیم اور نااہل وآرام پسند اساتذہ کے باعث مجرمانہ سرگرمیوں کی طرف چل پڑتے ہیں۔ ہڑتالوں میں حصہ لیتے ہیں دنگا وفساد سے اپنی نفسیاتی الجھنوں کا علاج کرتے ہیں اساتذہ کی زیادہ تعداد خود نفسیاتی طور پر مختلف امراض کا شکار ہوتی ہے۔ وہ اخلاقی طور پر بلند حیثیت نہیں رکھتے۔ تعلیمی لحاظ سے پست ہوتے ہیں۔ وہ نوجوانوں کیلئے مثالی کردار کا نمونہ نہیں ہوتے۔ نہ ہی اعلیٰ اخلاقی کردار کے حامل ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس معصوم نوجوان اساتذہ کی اخلاقی کمزوریوں اور تعلیمی جہالت کے باعث خطرناک طور پر متاثر ہوتے ہیں فیل شدہ اور غبی طلبا کی حالت تو قابل رحم بنا دی گئی ہے۔ حالانکہ ان پر خصوصی توجہ دینی چاہیئے حالانکہ مفید شہری بنانے کی ضرورت رہتی ہے۔ اس مقصد کیلئے نااہل اساتذہ ہٹا کر قابل، محنتی اور مصلح قسم کے اشخاص کو تعلیمی اداروں میں ملازم رکھا جائے۔ اسی صورت میں مفید مطلب نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔

قابل اساتذہ کے ذمہ نہ صرف طلباء کی تعلیمی، نفسیاتی، اور اخلاقی تربیت اور رہنمائی کے فرائض ہوں بلکہ وہ طلباء کی صحت، تفریح اور تعلیمی مشاغل کے بھی نگران ہیں، نیز یونیورسٹیوں کو بھی اس سلسلہ میں رہنمائی کرنی ہوگی۔ عدالتوں اور پولیس سے بھی امداد حاصل کی جائے۔ سماجی عدم مساوات کو دور کیا جائے۔ گھریلو اور سماجی ماحول درست کیا جائے۔

محکمہ تعلیم کو اس سلسلہ مس اپنے کاروبار کو وسیع کرنا پڑیگا۔ مختلف شہری کارپوریشنوں، ہسپتالوں، اور تھانوں کی مدد سے مخصوص نفسیاتی و تعلیمی کلینک قائم کرنے چاہیں گے جہاں تعلیمی سطح پر تعمیری کام کیا جائے۔ مجوزہ کلینکوں میں نفسیاتی علاج مہیا ہو۔ مجرمانہ رجحانات کی سائنٹفک تشخیص ہو اور نہ غیر مجلسی خطرناک کاروائیوں کو روکا جائے۔ اس مہم کو کامیاب بنانے کیلئے پریس کا تعاون بھی اشد ضروری ہے۔ پریس کیلئے لازم ہے کہ وہ نوجوانوں کے بارے میں سنسنی خیز فحش اطلاعات پھیلانے سے پرہیز کرے۔ نیز پولیس کو آمادہ کیا جائے وہ نوجوانوں کو مفید شہری بنانے کیلئے مجرمانہ حرکات کی روک تھام کرنے میں پوری نیک نیتی اور محنت سے کام کریں۔ اس مقصد کیلئے یونیورسٹیوں کو تاکید کی جائے کہ وہ پولیس کی اسپیشل ٹریننگ کیلئے خصوصی کلاسز کا اجراء کریں۔ نوجوانوں کے اعلیٰ زندگی کو بہتر بنانے کیلئے عمدہ نصاب مقرر کیا جائے۔ اساتذہ والدین کی رہنمائی کیلئے موثر اقدامات کئے جائیں۔ تعلیمی سرگرمیوں کے پہلو بہ پہلو سماجی انتظامات درست کئے جائیں گویا یونیورسٹیوں کو اب ملکی اخلاق و کردار کی رہنمائی کے فرائض سرانجام دینے ہوں گے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

بقیہ: زمانہ آیا ہے بے حجابی کا

اسلام نے تو وہ تمام راہیں بند کر دی ہیں جس کے ذریعے شیطان ہم پر غلبہ پا سکتا ہے، مگر ہم نے اس مغربی معاشرے کی نقالی میں ان تمام راہوں کو اپنے اوپر کھول لیا اور جس معاشرے کی نقالی میں ہم نے یہ سب کچھ کیا، اس کے اپنے دانشور کیا کہتے ہیں، ملاحظہ کیجئے:

ایک امریکی صحافی خاتون ہیلیان اسٹانبری مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتی ہے کہ میری آپ کے لئے مخلصانہ نصیحت ہے کہ اپنے اخلاق اور عادات کو تھامے رکھیں، مرد و عورت کے میل جول کی فضا پیدا نہ ہونے دیں، لڑکیوں کی آزادی پر پابندی لگائیں بلکہ تمہیں تو حجاب شرعی کے اس زمانے میں واپس جانا چاہیئے، یہ تمہارے لئے یوروپ و امریکہ کی اخلاق باختہ تہذیب، انسانیت سے دور اخلاق سے کہیں زیادہ بہتر ہے، مرد و عورت کے آزادانہ اختلاط سے بچے رہو، ہم امریکی یہ آزادی دے کر آج اس کی سزا بھگت رہے ہیں۔

برطانوی صحافی خاتون لیڈی لوک لکھتی ہے کہ مرد و عورت کے درمیان جس قدر آزادانہ میل جول ہوگا اس قدر اس معاشرے میں حرام اولاد کی کثرت ہوگی۔

ایک جائزے کے مطابق مرد و عورت کے آزادانہ میل جول کے جو نتائج سامنے آئے ہیں کہ دفاتر اور دیگر مقامات میں ملازمت کرنے والی ۸۰ فیصد خواتین ساتھ مرد ملازمین یا ان کے آفیسرز کے ہاتھوں اپنی عصمت لٹا چکی ہیں۔ حتی کہ فوج اور پولیس میں متعین خواتین پر بھی مرد ساتھیوں کے ذریعہ بدکاری اور زیادتی کے حملے آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔ اس کالج اور اسکولز کی لیڈی ٹیچرز بھی محفوظ نہیں۔

ان حالات میں مغربی معاشرے میں آباد مسلمان گھرانوں کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ اس جانب توجہ دیں، حالات اور اعراض برتنے سے مسائل حل نہیں ہوتے، اولاد کی تربیت میں لڑکیوں کی جانب بھرپور اور مسلسل توجہ کی ضرورت ہے، لڑکیوں کو موجودہ معاشرے کی خرابیوں سے اسکول یا کالج کی حد تک بچانے کی فکر اپنی جگہ درست ہے، مگر خاندانی رشتہ داری اور میل جول میں آزادی کو معیوب نہ سمجھنا ہماری کم عقلی ہوگی۔

© rasailojaraid.com